

بعدالت عظمیٰ پاکستان

(Original/Appellate Jurisdiction)

نہج:

جناب جسٹس جواد ایس۔ خواجہ، چیف جسٹس

جناب جسٹس دوست محمد خان

جناب جسٹس قاضی فائز عیسیٰ

دیوانی درخواست نمبر 145/2015

(برخلاف فیصلہ عدالت عالیہ سندھ، کراچی بتاریخ 2.01.2015)

آئینی درخواست نمبر 14/5806-D میں آیا)

مدعیان صوبہ سندھ و دیگر۔

بنام

مدعا علیہم لال خان چانڈیوں و دیگر۔

اور

آئینی درخواست نمبر 38/2015

مدعی عام معروف اختر۔

بنام

مدعا علیہم وفاق پاکستان و دیگر۔

اور

دیوانی درخواست نمبر 253/2015

(برخلاف فیصلہ عدالت عالیہ بلوچستان، کوئٹہ بتاریخ

27.11.2014 آئینی درخواست نمبر 17/11 میں آیا)

مدعی عطاء الرحمان۔

بنام

مدعا علیہم محمد اسلم بھوتانی و دیگر۔

اور

متفرق درخواست نمبر 1435/2015

(درخواست برائے استثنائی تصدیق شدہ نقل دائر کرنے سے جو کہ عدالت عالیہ

بلوچستان کے فیصلہ بتاریخ 27.11.2014 آئینی درخواست نمبر 347/11 میں آیا)

وفاقی پاکستان، وزارت امور خارجہ بذریعہ سیکٹری۔ مدعی

بنام

ملک محمد سلیم ودیگر۔ مدعا علیہم

منجانب مدعی: راجا محمد فاروق، اے ایس سی (ASC)
سید رفاقت حسین شاہ، اے او آر (AOR)
(آئینی درخواست نمبر 38/2015)
جناب عدنان بشارت، اے ایس سی (ASC)
(دیوانی درخواست نمبر 253/2015)

عدالتی نوٹس پر:

منجانب وفاقی پاکستان: جناب سلمان اسلم بٹ، اٹارنی جنرل برائے پاکستان
جناب عامر رحمان، ایڈیشنل اٹارنی جنرل برائے پاکستان
سید نایاب حسن گردیزی، سٹینڈنگ کونسل
منجانب وزارت خارجہ: مس رفعت بٹ، قانونی مشیر

منجانب حکومت بلوچستان: جناب نعیم چیمہ، ڈی سی پی (پی اور آئی)
جناب محمد یاز خان سواتی، ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل
منجانب حکومت خیبر پختونخواہ: میاں ارشد جان، ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل
سید محمد علی، ڈپٹی کنزرویٹور، محکمہ جنگلی حیات، پشاور
منجانب حکومت پنجاب: جناب رزاق اے۔ مرزا، ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل
منجانب حکومت سندھ: جناب شہر یار قاضی، ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل
(دیوانی درخواست 145/15 برائے درخواست گزار)

19 اگست، 2015

تاریخ سماعت:

فیصلہ

قاضی فائز عیسیٰ، جج۔ صوبہ سندھ نے عدالت عالیہ، سندھ کے ایک ڈویژن بینچ کے فیصلہ بتاریخ 2 جنوری 2015ء کے خلاف ایک دیوانی اپیل (CPLA No.145/2015) کرنے کی اجازت مانگی ہے۔ عدالت عالیہ نے اپنے فیصلے میں آئینی درخواست (Constitutional Petition No.D-6806/2014) منظور کر لی تھی۔ آئینی درخواست میں حکومت سندھ کے محکمہ جنگلات و جنگلی حیات کے نوٹیفکیشن (Notification) بتاریخ 21 اکتوبر 2014ء جس میں غیر

ملکی اعلیٰ شخصیات (dignitaries) کو تلور (Houbara Bustard) کا شکار کرنے کی اجازت دی جو سندھ جنگلی حیات (تریمی ایکٹ) کی دفعہ (1) 40 کے تحت جاری کیا گیا۔ اس سے قبل تلور کو ایک تحفظ کا مقام دیا گیا تھا مگر اس نوٹیفکیشن (Notification) نے اس پرندے کا شکار کرنے کی اجازت دے دی اس شرط پر کہ شکاری کے پاس ایک خصوصی اجازت نامہ (special permit) ایک مخصوص علاقے کے لیے ہو جو کہ وزارت امور خارجہ، حکومت پاکستان کی طرف سے جاری کردہ ہو۔ کم از کم اس طرح کے دو خطوط وزارت امور خارجہ نے بمورخہ یکم ستمبر 2014ء جاری کئے، ایک اسلام آباد میں متحدہ عرب امارات کے سفارتخانے اور دوسرا مملکت بحرین کے سفارتخانے کو بھیجا گیا جن میں بلوچستان، سندھ اور پنجاب کے مختلف علاقوں کو ان کی ’اعلیٰ شخصیات‘ کے شکار کرنے کے لیے مختص کر دیا گیا۔

2۔ مندرجہ بالا ایک خط (دوسرے کا متن وہی ہے صرف ملک اور ’اعلیٰ شخصیات‘ کے نام کا فرق ہے) مندرجہ ذیل ہے:

”وزارت امور خارجہ، حکومت اسلامی جمہوریہ پاکستان متحدہ عرب امارات کے سفارتخانے کو سلام پیش کرتی ہے اور ہمیں آپ کو یہ اطلاع دینے کا اعزاز ہے کہ مندرجہ ذیل علاقے متحدہ عرب امارات کی اعلیٰ شخصیات کے لیے 15-2014 کے دورانیہ کے لیے تلور کا شکار کی بابت مختص کیے گئے ہیں۔“

(غیر ملکی اعلیٰ شخصیات اور ان کو مختص علاقوں کی تفصیلات ذیل میں ہیں۔)

”اس سال کا شکار کرنے کا ضابطہ اخلاق بھی لف ہے۔“

”وزارت امور خارجہ، اسلامی جمہوریہ پاکستان اس موقع پر ایک بار پھر متحدہ عرب امارات کے سفارتخانے کو اعلیٰ بلند ترین سطح پر رکھتی ہے۔“

3۔ دوسری درخواست (آئینی درخواست نمبر 38/2014) ایک پاکستانی شہری وکیل جناب عامر معروف اختر نے آئین کی شق (3) 184 کے تحت دائر کی ہے جس میں وزارت امور خارجہ، حکومت پاکستان کے جاری کردہ لائسنس/اجازت نامے (licenses/permits) کو مسترد کرنے کی استدعا کی گئی ہے۔ درخواست میں یہ بھی استدعا کی گئی ہے کہ وزارت امور خارجہ اور صوبائی جنگلی حیات محکمہ جات کو تلور کے شکار کی اجازت دینے سے روکا جائے اور مزید استدعا کی گئی ہے کہ جو جنگلی حیات قوانین کی خلاف ورزی کریں ان کے خلاف کارروائی کی جائے۔

4۔ پاکستان کے چاروں صوبوں میں یکساں جنگلی حیات کے قوانین نافذ تھے: بلوچستان تحفظ جنگلی حیات ایکٹ، 1974، سندھ تحفظ جنگلی حیات آرڈیننس، 1972، این ڈبلیو ایف پی تحفظ جنگلی حیات آرڈیننس، 1974 اور پنجاب تحفظ جنگلی حیات آرڈیننس، 1973: ہر ایک قانون تلور کے شکار کرنے اور پکڑنے کو منع کرتا ہے۔ ان تمام قوانین کے دیباچہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ”اس قانون کو جنگلی حیات کے تحفظ، حفاظت اور جنگلی حیات کے زندگی کے انتظام کے لیے


ترمیم اور یکجا کیا جا رہا ہے۔“ بعد میں بلوچستان تحفظ جنگلی حیات ایکٹ، 1974ء کو بلوچستان جنگلی حیات (تحفظ، حفاظت، نگہداشت اور انتظام) ایکٹ، 2014ء، این ڈبلیو ایف پی تحفظ جنگلی حیات آرڈیننس، 1974 کو این ڈبلیو ایف پی تحفظ جنگلی حیات ایکٹ، 1975ء اور پھر خیبر پختونخوا جنگلی حیات اور Biodiversity (تحفظ، حفاظت، نگہداشت اور انتظام) ایکٹ، 2015ء اور پنجاب تحفظ جنگلی حیات آرڈیننس، 1973 کو پنجاب تحفظ جنگلی حیات ایکٹ، 1974ء سے تبدیل کر دیا گیا جبکہ صوبہ سندھ میں وہی قانون رہا۔

5۔ ان درخواستوں کے تصفیے کے لیے ہمیں بلوچستان جنگلی حیات (تحفظ، حفاظت، نگہداشت اور انتظام) ایکٹ، 2014ء (”بلوچستان تحفظ جنگلی حیات ایکٹ“) ، پنجاب تحفظ جنگلی حیات ایکٹ، 1974ء (”پنجاب تحفظ جنگلی حیات ایکٹ“) اور سندھ تحفظ جنگلی حیات آرڈیننس، 1972ء (”سندھ تحفظ جنگلی حیات آرڈیننس“) کا جائزہ لینا پڑے گا۔

(1) بلوچستان تحفظ جنگلی حیات ایکٹ:

(الف) اس قانون میں تلور کو جو مقام دیا گیا ہے وہ مبہم ہے: اس پرندے کو پارٹ ڈی شیڈول I میں رکھا گیا ہے اور شکار کرنے کی اجازت دی گئی ہے بشرطیکہ ”تلور کو شکار کرنے کا اجازت نامہ“ ہو، اس پرندے کو شیڈول III میں بھی رکھا گیا ہے ”جس کا شکار، قتل، پکڑنے اور قبضے میں لینے کی اجازت نہیں ہے“ اور شق (sss) 2 بلوچستان تحفظ جنگلی حیات ایکٹ کے تحت خلاف ورزی کرنے پر جرمانہ اور قید کی سزا یا دونوں لاگو ہوتے ہیں۔ جبکہ پارٹ ڈی شیڈول I کہتا ہے کہ اعلیٰ غیر ملکی شخصیات (dignitaries) ایک کروڑ روپے بطور فیس ادا کر کے 100 تلور تک کا شکار کر سکتے ہیں۔

(ب) ایک مزید مختصہ جو تلور کے شکار کرنے سے متعلق شق 58 بلوچستان تحفظ جنگلی حیات ایکٹ میں پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ قانون حکومت کو پابند کرتا ہے کہ وہ جانوروں کی وہ نسلیں اور پودے جو اختتام کے قریب ہیں انکے متعلق بین الاقوامی تجارت کا معاہدہ ("CITES") پر عمل کرے۔ جس میں بیان کیا گیا ہے کہ ایسی نسلوں کو مزید پروان چڑھایا جائے۔ اس معاہدے کے اپنڈیکس II میں ان تمام نسلوں کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ اختتام پزیر ہیں ان میں تلور بھی شامل ہے۔

(ت) تلور کے شکار کی اجازت کے حوالے سے ایک اور مختصہ یہ ہے کہ بلوچستان تحفظ جنگلی حیات ایکٹ کی شق 59 میں ہجرت کرنے والے جنگلی حیات و جانوروں کی ہجرت کرنے والے معاہدہ ("CMS") کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس معاہدہ میں لکھا گیا ہے کہ ”ایسی نسلیں جو کہ خطرے سے دوچار ہیں ان کا خاص خیال کیا جائے“۔ معاہدے CMS کے ضمیمہ II میں ان نسلوں کا اندراج ہے جن کا رتبہ  ہے جس میں تلور بھی شامل ہے۔ معاہدہ CMS ان ہجرت کردہ نسلوں کے متعلق

ہے ”جو کہ یقینی اور مسلسل ایک ملک کی حدود سے دوسرے ممالک کی حدود میں جاتی ہیں“۔ وہ نسلیں جن کا رتبہ کمزور ہے ان کے بارے میں معاہدہ CMS یہ کہتا ہے کہ مندرجہ بالا ممالک (Range State) ”ایسے ضروری اقدامات اٹھائیں جو کہ ایسی نسلوں اور ان کے مسکن کے بنائیں۔“ ایسے ممالک اور ان کی حدود میں وہ جگہیں شامل ہیں ”جس میں ہجرت کردہ نسل رہائش پذیر ہو، قلیل عرصے کے لیے رہائش پذیر ہو، اس کے اوپر سے گزرے یا اس کے اوپر سے اڑے اپنے مخصوص ہجرت کرنے والے راستے پر“۔ تلور کے ہجرتی راستوں میں پاکستان شامل ہے اور اس طرح پاکستان کو بھی تلور کی رینج ملک (Range State) کا درجہ دیا گیا ہے۔

(2) سندھ تحفظ جنگلی حیات آرڈیننس:

(الف) سندھ تحفظ جنگلی حیات آرڈیننس کے جانوروں کی یوں تشریح کرتا ہے ”وہ جنگلی جانور جنہیں شیڈول II میں مختص رکھا گیا ہے“ جن کا شکار اور پکڑنا وغیرہ (شق 7) ممنوع ہے اور خلاف ورزی پر قید، جرمانہ یا دونوں لاگو ہو سکتی ہیں۔ اسی قانون میں گیم جانور (game animal) کی یوں تشریح کی گئی ہے: یہ وہ ”جنگلی جانور ہیں جنہیں پہلے شیڈول“ میں مختص رکھا گیا ہے اور ایسے جانوروں کا شکار جاری کردہ اجازت نامے کی صورت میں کیا جاسکتا ہے۔

(ب) سندھ تحفظ جنگلی حیات آرڈیننس کی شق 40 حکومت کو یہ اختیار دیتی ہے کہ ”وہ کسی بھی جنگلی جانور کو کسی بھی شیڈول میں رکھ دے یا اس سے نکال دے بشرطیکہ ان کے متعلق شرائط میں بھی واضح کر دے“۔ ان اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے حکومت سندھ نے نوٹیفکیشن (Notification) جاری کیا، تلور کے جانوروں کی فہرست (شیڈول II میں اندراج) سے نکال دیا اور اس کا اندراج جنگلی جانوروں کی فہرست (شیڈول I) میں ڈال دیا اور اس طرح اجازت نامہ کے حامل افراد کے لیے اس کے شکار کی اجازت دے دی گئی۔

(3) پنجاب تحفظ جنگلی حیات ایکٹ:

تلور کو پنجاب تحفظ جنگلی حیات ایکٹ کے تحت پہلے شیڈول میں بطور جنگلی جانور رکھا گیا ہے جن کے شکار کے اجازت نامہ کے حامل افراد کے لیے اجازت ہے۔

6۔ اس سلسلے میں ایک وفاقی قانون کا ذکر کرنا بھی لازمی ہے جو پاکستان میں جنگلی حیوانات کی تجارتی روک تھام فائدہ اور فلورہ ایکٹ، (Pakistan Trade Control of Wild Fauna and Flora Act, 2012) ہے۔ یہ قانون مندرجہ بالا پاکستان کے بین الاقوامی معاہدہ CITES پر عملدرآمد کے لیے بنایا گیا ہے۔ اس قانون کی شق 27 کہتی ہے کہ ”یہ قانون اور اس کے تحت جو قوانین بنائے جائیں گے انہیں ہر قانون پر ترجیح دی جائے گی“۔

7۔ درج بالا قوانین کے جامع جائزے سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ بلوچستان، سندھ، پنجاب اور جمہوریہ پاکستان کے قوانین میں تضاد پایا جاتا ہے۔ تلور سے کیا سلوک کیا جائے گا اس پر منحصر ہے کہ وہ پاکستان میں کہاں آ کر بیٹھتا ہے۔ دنیا بھر میں تلور کی تعداد حال ہی میں ”78,960 اور 97,000 کے درمیان“ ہی جو (International Union of Conservation of Nature) ("IUCN") نے خطرات سے دوچار جانوروں کی نسلوں کی لال فہرست (Red List) میں متعین کی ہے۔ پاکستان IUCN کا رکن ہے۔ اسی لال فہرست میں تلور کو جس سے خطرہ مہلک ہے ان کی بھی تشریح اس طرح کی گئی ہے، ”سب سے بڑا خطرہ اسے شکار (بنیادی طور پر شہباز کے) کرنے سے ہے ان جگہوں پر بالخصوص جب یہ موسم سرما میں اپنے مسکن میں ہوتا ہے، پاکستان اور ایران میں بڑے پیمانے پر انہیں پھنسا یا (trapped) جاتا ہے اور شہباز کی تربیت کے لیے انہیں عربیہ (Arabia) بھجوا یا جاتا ہے۔“ مزید بیان ہے کہ ”اگر اس کو شکار کرنے سے نہ روکا گیا تو یہ نسل جلد ہی اس رتبے میں ڈالی جائے گی جو کہتا ہے کہ یہ نسل بہت سخت خطرے میں ہے۔“ مگر اس کے باوجود کہ سائنسی تحقیق نے یہ واضح کر دیا ہے کہ یہ نسل خطرے سے دوچار ہے بلوچستان، سندھ، پنجاب اور پاکستان کی حکومتوں نے اپنے قوانین اور معاہدوں کے خلاف ایسے اقدامات اٹھا رکھے ہیں جن کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تلور کی نسل معدوم ہو جائیگی اور یہ ناپید ہو جائیگا۔

8۔ فاضل ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل سندھ اور فاضل ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل برائے پاکستان عدالت عالیہ سندھ کے فیصلے کے خلاف اور فاضل ایڈووکیٹ جنرل بلوچستان نے آئینی درخواست جو کہ دستور پاکستان کے آرٹیکل (3) 184 کے تحت دائر کی گئی، کی مخالفت کرتے ہوئے حسب ذیل دلائل دیئے ہیں:

(الف) یہ صوبائی حکومت کی صوابدید ہے کہ وہ جنگلی حیات کے تحفظ کے قوانین میں جو شیڈول ہے اس میں وہ جس طرح چاہے ترمیم کر سکتی ہے اور کوئی جانور جس کو حفاظتی درجہ دیا گیا ہے اس سے یہ درجہ واپس لے لیا جائے اور قانون میں ایسی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ کسی جانور یا پرندے کو ہمیشہ کے لیے تحفظاتی درجہ میں رکھا جائے۔

(ب) وزارت خارجہ، حکومت پاکستان نے جو اجازت نامے جاری کئے ہیں آرٹیکل 149 کے تحت صوبے اس پر عمل کرنے کے پابند ہیں۔

(ت) ”جن علاقہ جات میں شہباز سے شکار کرنے کی اجازت نامے وزارت خارجہ نے اپنے صوابدیدی اختیار میں جاری کیئے ہیں وہ حکومت سندھ جو کہ وفاق کا ایک حصہ ہے پر قانونی اور اخلاقی طور پر لاگو ہوتا ہے۔“

(ث) ”پرندے ہر سال یہاں پر قیام پذیر نہیں ہوتے۔ اور وہ ہر سال مارچ کے مہینے میں واپس ہجرت کرتے ہیں اور اس سے عام معاشرے کے حقوق بشمول درخواست گزار متاثر نہیں ہوتے۔“

(ج) ”اعلیٰ شخصیات صوبوں کی ترقی میں اپنا کردار ادا کرتی ہیں مگر شکار کرنے کا لائسنس ترقیاتی

کاموں کے عوض نہیں ملتا۔

(ج) ”شہباز فطری طور پر تلور کے شکاری ہوتے ہیں۔“

دوسری طرف عام معروف اختر صاحب نے عدالتِ عالیہ سندھ کے فیصلے کو سراہا ہے اور عرض کیا کہ بین الاقوامی معاہدے (CMS اور CITES) جس پر پاکستان نے دستخط کیے ہیں وہ مملکت کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ ان پر عمل کرے، بالخصوص جب ملکی قوانین ان معاہدوں کو تسلیم کرتے ہوں۔ انہوں نے مزید کہا ہے کہ تلور ایک ایسا پرندہ ہے جو عالمی سطح پر کم ہے اور اس کا تحفظ لازم ہے۔ حکومتیں اگر کسی جانور کے قانونی تحفظ کے درجے کو تبدیل کرنا چاہتی ہیں تو یہ اُس وقت ہی ممکن ہے جبکہ ناقابلِ مواخذہ سائنسی تحقیق یہ نتیجہ اخذ کرے کہ اب اسے تحفظ دینے کی ضرورت نہیں یعنی کہ اس کی تعداد اُس حد کو پار کر چکی ہے۔ آخر میں انہوں نے عرض کیا کہ اگر حکومتیں اور اعلیٰ شخصیات قانون کی پاسداری نہیں کریں گے تو دوسرے بھی نہیں کریں گے۔

9۔ یہ پہلی دفعہ نہیں ہے کہ حکومتوں نے تلور کے شکار کو ممکن بنایا۔ جب پہلے ایسا کیا گیا تب بھی ایسے اقدام کو عدالتِ عالیہ میں چیلنج کر کے روکا گیا تھا۔ اس ضمن میں سوسائٹی برائے تحفظ و حفاظت ماحول، کراچی بنام وفاقی پاکستان (1993 MLD 230) کے مقدمہ میں دو رکنی بینچ نے حکومتی صوابدید جس کا ذکر شق 40 سندھ تحفظ جنگلی حیات آرڈیننس میں ہے اس کی تشریح اس طرح کی تھی، ”یہ اختیار مطلق نہیں نہ مفہوم کے لحاظ سے نہ الفاظ کے لحاظ سے، اور اس اختیار کا استعمال منصفانہ، بے تعصبانہ، مناسب اور قانونی ہونا چاہیے اور بین الاقوامی معاہدوں کو نظر انداز کیے بغیر جس میں ریاست پاکستان بین الاقوامی سطح پر شامل ہوئی ہے جیسا کہ IUCN کے رکن کی یا کسی بین الاقوامی معاہدے کی“ (صفحات 234-35)۔ اس وقت بھی جو حکومت پاکستان نے مراسلہ (circular) حکومت سندھ کو جاری کیا تھا کہ اعلیٰ شخصیات کو تلور کا شکار کرنے کی اجازت دی جائے اس پر برہمی کا اظہار اس طرح کیا گیا تھا، ”معارض مراسلہ/اجازت نامہ اس مقدمہ میں سندھ تحفظ جنگلی حیات آرڈیننس 1972 کے مقاصد اور روح کی صریح خلاف ہے“ (صفحہ 236)۔ حالانکہ اس مقدمہ میں معترض مراسلہ سندھ تحفظ جنگلی حیات آرڈیننس کی شق نمبر (1) 40 کے تحت جاری نہیں کیا گیا تھا مگر جو دلائل اب دیے گئے ہیں اسی طرح کے دلائل ادھر بھی دیے گئے تھے جن کو نمٹاتے ہوئے کہا گیا تھا کہ حکومت کے پاس مطلق اور بے لگام (unfettered) صوابدید نہیں کہ وہ کسی نسل کے تحفظی مقام کو ان سے چھین لے۔ اجازت نامے کے جاری کرنے کے پیچھے مقصد یہ تھا کہ آرڈیننس کے دوسرے شیڈول کو ترمیم کیا جائے تاکہ تحفظ کردہ جانوروں کو اس سے ہٹا دیا جائے یہ وہ امر ہے جو کہ شق (1) 40 کے تحت حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ اور اس صورت میں بھی اگرچہ شق (1) 40 کے تحت ہی کیوں نہ ایسا اجازت نامہ یا لائسنس جاری کیا گیا ہو کیونکہ ایسا کرنا آئینی تحفظات کو پامال کرنے کے مترادف ہے“ (صفحہ 236)۔ بین الاقوامی معاہدوں کے معاملے پر بھی کچھ اس طرح تبصرہ کیا گیا، ”ریاست کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ ہے کہ وہ پاکستانی شہریوں کو اس قابل بنائیں کہ وہ دوسرے اقوام کے شانہ بشانہ ہو اور بین الاقوامی سطح پر قابلِ احترام ہوں۔ مگر ایسے منفی اقدامات جو اٹھائے گئے ہیں اس ہدف کی طرف نہیں لے جاتے بلکہ اس سے

دور لے جاتے ہیں“ (صفحہ 235)۔

10۔ بدقسمتی سے حکومتیں اپنے قوانین اور بین الاقوامی معاہدوں کو نظر انداز کرتی آرہی ہیں اور باوجود اس کے کہ عدالتِ عالیہ قانون کی واضح تشریح کر چکی ہے۔ تنویر عارف بنام وفاق پاکستان (1999 CLC 981) میں اعلیٰ عرب شخصیات کے لیے تلور کے شکار کا مسئلہ پھر کھڑا ہوا جس پر عدالتِ عالیہ سندھ کے ایک دوسری دورِ کنی پنچ نے واضح کیا کہ SCOPE مقدمہ میں سابقہ فیصلہ آج بھی قابلِ عمل ہے بالخصوص وفاقِ پاکستان اور حکومتِ سندھ پر مگر اس کے باوجود کہ وہ فیصلہ بالکل واضح ہے مدعا علیہم نے دوبارہ خط بتاریخ 11.10.1992 جاری کیا جس میں تلور کے شکار کی 1992-93 کے دورانیہ کیلئے اجازت دی گئی“ (صفحات 3-982)۔ کیا اعلیٰ شخصیات قوانین سے مستثنیٰ ہیں؟ اس بات کا جواب عدالتِ عالیہ نے یوں دیا۔ ”اس بات کی وضاحت کرنا ضروری نہیں کہ پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے جہاں پر ہر شخص قانون کی نظر میں برابر ہے اور کوئی بھی شخص چاہے وہ خلیفہ بھی ہو وہ قانون سے بالاتر نہیں۔ مسلم معاشرے میں ہر رکن پر لازم ہے کہ قوانین کا احترام کرے اور یقینی بنائے کہ تمام قوانین بغیر کسی امتیاز کے لاگو ہوں۔ یہ قوانین پر عمل کرنے اور برابری کا اصول ہمارے پیغمبرؐ نے خطبہ حجۃ الوداع میں بیان کیا، عملی طور پر اپنایا اور تبلیغ بھی کی۔ ان اصولوں کا اندراج اسلامی جمہوریہ پاکستان کے 1973 کے آئین میں بھی کیا گیا ہے اور یہ پاکستان کے ہر شہری اور ہر شخص جو اس میں مقیم ہو یا اس میں موجود ہو، پر لاگو ہیں“ (صفحہ 983)۔

11۔ موجودہ مقدمہ میں واحد فرق یہ ہے کہ حکومتِ سندھ نے بذریعہ نوٹیفکیشن (notification) تلور کا رتبہ تبدیل کرنے کی کوشش کی۔ مگر ایسا کرنے میں بھی غلط قانون کا حوالہ دیا۔ نوٹیفکیشن سندھ تحفظِ جنگلی حیات (ترمیمی) ایکٹ 1993ء کی شق (1) 40 کے تحت جاری کیا گیا مگر جس قانون کا حوالہ دیا گیا اس میں شق 40 ہے ہی نہیں۔ اس بحث میں پڑے بغیر اگر حکومتِ سندھ اپنے اختیارات صحیح قانون یعنی سندھ تحفظِ جنگلی حیات آرڈیننس کی شق (1) 40 کے تحت کرتی جس کے تحت ”وہ کسی بھی جنگلی جانور کو شیڈولز سے ہٹا سکتی ہے“ تب بھی وہ تلور کے تحفظاتی رتبے کو تبدیل نہیں کر سکتی تھی کیونکہ ماہرین نے یہ تعین کیا ہوا ہے کہ اب بھی تلور کی تعداد کم ہے اور وہ خطرے سے دوچار ہے۔ حکومت کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے اختیارات سندھ تحفظِ جنگلی حیات آرڈیننس کے شق (1) 40 کے تحت استعمال کرتے ہوئے قانون کے مقاصد کی طرف جائے جو کہ ”تحفظ، حفاظت اور جنگلی حیات کے انتظام“ کو موثر بنائے اور اس اہداف کی طرف بڑھے۔ حکومت کو یہ فیصلہ لازمی طور پر مضبوط بنیادی اصولوں کے تحت اور باقاعدہ جنگلی جانوروں اور پرندوں کی نسل کی تشخیص اور تعین کے تحت کیا جانا چاہیے اور یہ کہنا غیر ضروری ہے کہ حکومت کے استعمال کردہ اختیارات کسی اور مقاصد کے لیے ہوں اور اس سے کسی نسل کو درپیش خطرہ بڑھے تو اس اقدام کو آئین کے آرٹیکل (i) (a) (1) 199 کے تحت چیلنج کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس صورتحال میں حکومت نے قانون کے تحت نہیں بلکہ قانون کو نظر انداز کر کے یہ فیصلہ کیا ہے۔ نوٹیفکیشن میں کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا کہ کسی مطالعہ یا تحقیقی مواد کی بنیاد پر ثابت ہوا ہے کہ تلور کی تعداد اب بڑھ چکی ہے اور نہ ہی ایسا کوئی مواد عدالتِ عالیہ کے سامنے پیش کیا گیا اور نہ ہی اس عدالت میں پیش کیا گیا۔ قانون کے تحت اختیارات کا استعمال جو کہ جنگلی حیات کو

✽ بناتا ہو اور تحفظ دلاتا ہو لازمی طور پر مناسب، منصفانہ اور غیر متعصبانہ ہو اور جو قانون کے مقاصد کو پورا کرے (ملاحظہ ایئرپورٹ سپورٹ سروسز بنام ایئرپورٹ منیجر، 2268 SCMR 1998)۔ اس اصول کا اندراج (وفاقی سطح پر) 1897 کے General Clauses Act، میں 1997ء میں شق 24-A کی شکل میں کیا گیا جو کہ درج ذیل ہے:

”24-A- قوانین کے تحت اختیارات کا استعمال۔

(1) جب کسی قانون کے تحت کسی اتھارٹی کو حکم دینے یا direction دینے کا اختیار دیا گیا ہو، دفتر یا وہ شخص ان اختیارات کا استعمال مناسب، منصفانہ، غیر متعصبانہ اور قانون کے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے کرے گا۔

(2) اتھارٹی، دفتر یا شخص جو حکم دے رہا ہو یا direction دے رہا ہو جو اسے قانون نے تفویض کی ہوں، جہاں تک ممکن ہو اس کے جاری کرنے کی وجوہات بیان کرے اور اس کی کاپی متاثرہ شخص کو دی جائے۔

12۔ پاکستان CITES اور CMS کا پارٹی (party) رکن ہے۔ ان دونوں معاہدوں میں تلور کو تحفظ دیا گیا ہے۔ CITES میں تلور کا اندراج ذمہ II میں درج کیا گیا ہے جو ان نسلوں کے متعلق ہے جو ختم ہو سکتی ہیں۔ اور CMS میں تلور کا اندراج ذمہ II جو ایسی ہجرتی نسلیں ہیں جن کے تحفظ کے لیے لازم ہے کہ بین الاقوامی سطح پر اقدامات کئے جائیں۔ پاکستان نے ان دونوں معاہدوں پر 39 اور 28 سال قبل دستخط کیئے اور ان دونوں معاہدوں کا بالخصوص ہمارے قوانین میں ذکر ہے۔ مگر حکومت پاکستان اور صوبائی حکومتوں نے ڈھٹائی کے طور پر مسلسل غیر عملی کا مظاہرہ کیا۔ بجائے اس کے ہمیں یہ بتایا گیا کہ اعلیٰ غیر ملکی شخصیات جو تلور کا شکار کرتے ہیں وہ پیسے لاتے ہیں جن سے سکول اور مساجد وغیرہ کی تعمیرات ہوتی ہیں۔ حکومتوں کے یہ دلائل زیادہ تکلیف دہ ہیں۔ پاکستان اور اس کے صوبوں کے قوانین اور پاکستان کے بین الاقوامی معاہدوں میں درج کردہ ذمہ داریاں بکنے کی چیزیں نہیں ہیں۔ اور اس طرح کے کہنے سے حکومتیں شہریوں کو بے قدر، نیچا اور ذلیل کرتی ہیں۔ اگر ہم اپنے ہی قوانین اور خود مختاری کی پابندی نہیں کریں گے تو ہم یہ کیسے سمجھیں کہ غیر ملکی کریں گے۔

13۔ یہ کہنا کہ شہباز تلور کا فطری شکاری ہے بھی غلط ہے کیونکہ جو ہم نے سائنسی دستاویزات دیکھے اس سے عیاں ہے کہ شہباز تلور کی شکار کرنے کی تربیت دی جاتی ہے۔ بد قسمتی سے ایسا حکومت نے لکھ کر بیان کیا ہے جو کہ بغیر حقائق کے ہے۔ لال لسٹ (Red List) جس کا اوپر بیان کیا گیا ہے واضح کرتی ہے کہ اول ”بڑے تعداد میں (تلور) کو پکڑا جاتا ہے۔ زیادہ تر پاکستان اور ایران میں اور پھر ان کو عربیہ (Arabia) بھیجا جاتا ہے تاکہ وہ شہبازوں کی تربیت کرے۔“ اور دوم ”خطرہ ان کو شکار (بنیادی طور پر شہبازوں کے ذریعے) کرنے سے اور اکثر جو یہ نسل موسم سرما کی رہائش گاہ پر۔“ حکومت نے حیرت انگیز طور پر یہ بھی بیان کیا کہ اس چڑیا کا شکار معاشرہ کے حقوق کو پامال نہیں کرتے۔

14۔ معاملہ بنیادی طور پر سیدھا سادہ ہے جو کہ یہ تعین کرنا تھا کہ تلور کی عالمی آبادی کیا اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ اب اس کو تحفظاتی مقام سے ہٹا دیا جائے۔ جو ثبوت نمایاں ہیں وہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ تلور کی عالمی آبادی گزر رہی ہے۔ تلور ایک ہجرتی پرندہ ہے اور اس کا درجہ ان فہرستوں میں کر دیا گیا ہے جہاں پر اس کو غلط کہا گیا ہے۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حکومت نے اس معاملہ پر دھول ڈال دی۔ متناقضہ طور پر ہر حکومت نے اس چڑیا کو مختلف درجہ دیا، ایک اس کو شکار کرنے کی اجازت دیتی ہے، دوسری صرف اعلیٰ شخصیات کو شکار کرنے کی اجازت دیتی ہے اور ایک نے اس کو شکار کرنے پر ممانعت لگائی ہے۔

15۔ مندرجہ بالا وجوہات کی بنا پر کوئی جواز نہیں کہ عدالتِ عالیہ کے فیصلے کے خلاف دائر کردہ درخواست کو تسلیم کیا جائے۔ عدالتِ عالیہ نے اپنے پرانے فیصلوں یعنی SCOPE اور تنویر عارف مقدمات (مندرجہ بالا) کی تقلید کی۔ یہ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حکومتِ سندھ نے عدالتِ عالیہ کے فیصلے کو چیلنج کیا اور حکومتِ پاکستان نے اس چیلنج کو سراہا ایسی صورت حال میں 1992 سے (جب SCOPE مقدمہ کا فیصلہ ہو چکا تھا) یہ واضح کر دیا تھا کہ سندھ تحفظ جنگلی حیات آرڈیننس اور اس میں دیئے گئے صوابدید کو کس طرح استعمال کیئے جائیں اور تنویر عارف مقدمہ ۱۹۹۸ میں اس فیصلے کا اعادہ کیا گیا۔

16۔ جو درخواست آئین کے آرٹیکل (3) 184 کے تحت داخل کی گئی ہے وہ تلور کی تباہی کی روک تھام اور وفاقی اور صوبائی حکومتوں کی سازشوں کے خلاف رکھنے کی استدعا کرتی ہے۔ یہ ایک مفاد عامہ کا کیس ہے جو ایک شہری/وکیل نے دائر کیا ہے اور استدعا کی ہے کہ حکومت کو پاکستانی قوانین اور بین الاقوامی معاہداتی ذمہ داریوں کی خلاف ورزی، جو کہ پاکستانی قوانین میں شامل ہیں، سے روکا جائے۔ فاضل ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل اور فاضل ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل نے، اوپر بیان کی گئی معروضات کے علاوہ، اس بنیاد پر بھی اس درخواست پر تنقید کی ہے کہ درخواست گزار کو کوئی قانونی حق حاصل نہ ہے اور یہ کہ اس درخواست میں آئین کے ”باب نمبر 1، حصہ دوم میں عطاء کردہ بنیادی حقوق کے نفاذ“ کی آرٹیکل 184 کی شق نمبر 3 کی روشنی میں کوئی التجاء نہیں کی گئی ہے۔ یہ کیس مفاد عامہ سے تعلق رکھتا ہے جس کے لئے سائل کے اپنے کسی بنیادی حقوق کے پامال ہونے کی جواز کی ضرورت نہیں۔ دوسرے اعتراض کا درخواست گزار (petitioner) یہ کہہ کر احاطہ کر سکتا ہے کہ شکار کا اجازت نامہ صرف اس صورت میں دیا جاسکتا ہے کہ ”اس کے ساتھ وزارتِ خارجہ کا تائیدی خط بھی ہو“، جو کہ صرف غیر ملکی شخصیات کو جاری کیا جاتا ہے، جو کہ قانون اور اس کا اطلاق آئین کے آرٹیکل 25 کے تحت غیر منصفانہ ہے۔ تاہم درخواست دہندہ ان پرندوں کا شکار نہیں چاہتا بلکہ تلور کو شکاریوں سے بچانا چاہتا ہے؛ کیا وہ تب اس طرح کہہ سکتا ہے کہ اس کا کوئی بنیادی حق متاثر ہوا ہے؟

17۔ آئینی ضمانت فراہم کردہ بنیادی حقوق میں دوسرے حقوق کے علاوہ ”زندگی“ کا حق (آرٹیکل 9)، ”وقار“ (آرٹیکل 14)، اپنے مذہب کی ”اشاعت“ اور ”عمل“ (آرٹیکل 20) بھی شامل ہیں۔ آئین پاکستان

بسم اللہ سے شروع ہوتا ہے۔۔ ”شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان اور نہایت رحم فرمانے والا ہے“، اس کے بعد ابتدائی مندرجہ ذیل الفاظ سے آغاز کرتا ہے:

”جبکہ پوری کائنات پر اقتدار علی صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے، اور یہ اختیار پاکستان کے عوام اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر ایک مقدس فریضہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔“

آئین کی تشریح کرتے ہوئے دیباچہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ اصل حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اور پاکستان کے عوام کو یہ اختیار امانت کے طور پر استعمال کرنا ہے۔ یہ انسانوں کے نائب مختار یا منتظم ہونے کے قرآنی تصور کا عکاس ہے۔ (خلیفہ فی الارض۔۔ سورۃ العنعام 6 کی آیت 165 اور سورۃ النمل 27 کی آیت 62)۔ منتظم برخلاف کامل مالک کے قدرتی وسائل کا لاپرواہی کے ساتھ استعمال یا استحصال نہیں کر سکتا نہ ہی کسی نسل کا شکار کر سکتا ہے جب تک اسکی حیثیت مجبور اور معدوم کی ہو۔ اگر کسی نسل کو اس کے ٹھکانے یا شکار یا استحصال کی وجہ سے اس کو خطرہ ہو یا وہ معدوم ہو جائے تو یقیناً خلیفہ نے اپنی ذمہ داری کی خلاف ورزی کی۔

18۔ اللہ تعالیٰ کی پوری مخلوقات میں سے صرف ہم ہی ہیں کہ جنہیں میزان (توازن) قائم کرنے کی ذمہ داری سے نوازا گیا ہے نہ کہ فطرت کے احکام میں بگاڑ پیدا کرنے کے لئے؛ ”ضائع نہ کرو، بیشک وہ [اللہ] بیجا ضائع کرنے والوں (المسر یفین) کو پسند نہیں فرماتا“ (سورۃ الانعام 6 کی آیت 141)۔ ”اور زمین میں اس کے درست ہو جانے کے بعد فساد برپا نہ کرو“ (سورۃ الاعراف 7 کی آیت 56)۔ تمام اعمال جو کہ ”اس کی مخلوق“ (سورۃ الاعراف 7 کی آیت 54) کو مٹائیں، برباد کریں یا بگاڑ پیدا کریں، حرام ہیں۔ اگر کسی نسل کا اس کے مجبور یا معدوم ہونے تک شکار کیا جائے تو یہ ایک مسلمان کے دین کے مطابق عمل کرنے کی صلاحیت میں بگاڑ پیدا کرے گا جو کہ آرٹیکل 20 کی بھی خلاف ورزی ہے۔ یہ بات اہم ہے کہ ہم اپنے فرائض زمین کے ایک منتظم کے طور پر، قدرتی وسائل کی حفاظت اور نگہداشت، اور اللہ کی مخلوق کی حفاظت کے لئے ادا کریں۔

”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جو کوئی بھی آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہ اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں اور پرندے پر پھیلے ہوئے، ہر ایک اپنی نماز اور تسبیح کو جانتا ہے۔۔۔“ (سورۃ النور 24 کی آیت 41)۔

”(جملہ کائنات میں) کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو اس (اللہ) کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو۔۔۔“ (سورۃ الاسراء 17 کی آیت 44)۔

”پس جب بھی ہم ایک نسل کو ختم کرتے ہیں، ہم ایک حمد گزار کو مٹا رہے ہوتے ہیں۔ یہ اسی طرح

ہے کہ دوران عبادت کسی کو قتل کر دیا جائے۔ یہ اتنا ہی قابل نفرت ہی، (سید حسین نصر، 'ماحولیاتی بحران کے روحانی اور مذہبی طول و عرض، ایک مقدس ٹرسٹ، ماحولیات اور روحانی جذبہ' تیمنوس اکادمی سے شائع کردہ، 2002ء، صفحہ 134)۔

19۔ اسلامی عقیدہ میں عبادت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، اور دیندار اپنی ہر عبادت میں بار بار نہ صرف اپنے رب کی بلکہ رب العالمین یعنی تمام مخلوقات کے رب کی تعریف کرتا ہے۔ لیکن اکیلا انسان ہی اللہ کی عبادت / تعریف نہیں کرتا: ”کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی کے لیے سجدہ ریز ہے جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے انسان بھی، اور بہت سے ایسے بھی ہیں جو ایسا نہیں کرتے اور اُن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے“ (سورۃ الحج 22 کی آیت 18)۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی مخلوق کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے، کہ ہم اس کا علم اور سمجھ بوجھ حاصل کریں۔ ”جو لوگ اللہ کو یاد کرتے ہیں، کھڑے اور بیٹھے اور کروٹیں لیتے ہوئے، اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور و فکر کرتے ہیں (یہ کہتے ہوئے) پکاراٹھتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نے یہ (سب کچھ) بے حکمت اور بے تدبیر نہیں بنایا۔ تو پاک ہے۔۔۔“ (سورۃ آل عمران 3 کی آیت 191)۔

20۔ اسلام کی ماحولیاتی تعلیمات کو نظر انداز کرنے سے ہم اپنی ذمہ داری بحیثیت خلیفہ اُس کی مخلوق سے نظر انداز کرتے ہیں۔ قرآنی آیات جو فطرت اور قدرتی مظاہر کو بیان کرتی ہیں تقریباً ۷۵۰ کے قریب ہیں جو کہ تمام قرآن کا ایک آٹھواں حصہ ہے۔ بطور اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کے اس دنیا میں ہماری ذمہ داری ہے کہ دنیا اور اس میں رہنے والی چیزوں کی دیکھ بھال کریں۔ ”یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے چونکہ آخر کار انسان کو اپنی قیادت میں دنیا کے وسائل کے بارے میں جواب دہ ہونا پڑے گا۔ یہ واضح طور پر ضروری ہے کہ قدرتی نظام پر تفصیلی سائنسی مطالعہ کیا جائے اور ان پر انسانی ٹیکنالوجی (technology) کے اثرات کو بھی سمجھیں۔۔۔۔۔ یہ سائنسدانوں کے لئے بھی اہم ہے کہ زمین کے وسائل جو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیئے ہیں کیلئے تجاویز بنائیں۔ اور ان کو کم از کم ماحولیاتی خرابی اور زیادہ سے زیادہ ہم آہنگی کی بحالی کے لیے استعمال کرنا چاہیے اور توازن کو برقرار رکھا جائے۔“ (”اسلام میں سائنس؛ ہماری دنیا کی دیکھ بھال کیسے کریں“، یونس نگیس، اشاعت 'اسلام اور ماحولیات'، 1992)

21۔ زندگی کا اور اسے وقار کے ساتھ بسر کرنے کا حق (آئین کے آرٹیکلز 9 اور 14) ایک ایسی دنیا ہی میں ہو سکتا ہے جہاں تمام نسلوں (اقسام) کی کثرت ہو اور یہ نہ صرف ہماری زندگیوں کے دور میں بلکہ ہماری آئندہ نسلوں کے لئے بھی۔ اب یہ سائنسی بنیادوں پر ثابت ہو چکا ہے کہ اگر یہ زمین پرندوں، جانوروں، کیڑے مکوڑوں، درختوں، پودوں، صاف دریاؤں، کثافت سے پاک ہوا، مٹی سے محروم ہو جائے تو یہ ہماری تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہوگا۔ ناروے کی سابق وزیراعظم گروہارلم برنڈلینڈ کی زیر صدارت اقوام متحدہ کے عالمی کمیشن برائے ماحولیات نے ایک رپورٹ ”ہمارا مشترکہ مستقبل“ 1987 میں شائع کی (جسے برنڈلینڈ رپورٹ، بھی کہا گیا ہے) جو کہ لاتعداد رپورٹس اور


عالمی معاہدات بشمول CITES اور CMS کی بنیاد بنی۔ وہ مسائل جن کی ایک چوتھائی صدی قبل اس رپورٹ میں نشاندہی کی گئی تھی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بحرانی کیفیت اختیار کر گئے۔ ”حیاتیات اور حیاتیاتی نظام برائے ترقی“ کے عنوان کے تحت رپورٹ اس طرح بیان کرتی ہے:

”52۔ اس کرہ کی حیاتیات دباؤ (مشکل) میں ہیں۔ اس بات پر بڑھتا ہوا سائنسی تحقیقی اتفاق ہے کہ حیاتیات اتنی تیزی سے غائب ہو رہی ہیں جو پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ اگرچہ تعداد اور ان کے لاحق خطرات پر اختلاف ہے تاہم یہ وقت ہے کہ اس عمل کو روکا جائے۔

53۔ حیاتیاتی تنوع حیاتیاتی نظام کی عمومی کارگزاری کے لئے اور مکمل طور پر زمین کے بالائی پرت میں زندہ وجود کے لئے ضروری ہے۔ جنگلی حیاتیات میں موجود جنیاتی مادہ دنیا کی معیشت میں سالانہ اربوں ڈالر کا حصہ بہتر فصلوں، نئی ادویات اور صنعتوں کے خام مال کی صورت میں شامل کرتا ہے۔ لیکن منافع بخشی کو الگ رکھتے ہوئے، بہت ساری اخلاقی، سماجی، ثقافتی، جمالی، اور خالصتاً سائنسی وجوہات، جنگلی حیات کے تحفظ کے لئے موجود ہیں۔

54۔ ماحولیاتی نظام میں سب سے پہلی ترجیح ختم ہونے والی نسلوں کے مسئلے کو سیاسی ایجنڈاز (agendas) پر ایک بڑے معاشی مسئلہ کی طرح اُجاگر کرنا ہے۔

55۔ نظام جنگلی آمدنی میں اصلاحات اور مناسب شرائط سے حکومت جنگلات اور حیاتیاتی تنوع کے دیگر ذخائر کو اقتصادی طور پر مضبوط کر کے ان کو تباہی سے بچا سکتی ہے۔ جو کہ طویل مدتی جنگلی ذخائر کے استعمال کے فروغ اور جنگلات کی کٹائی کی روک تھام کرے اُسے اربوں ڈالر کی اضافی آمدنی حاصل ہو سکتی ہے۔

56۔  علاقوں کے نظام جسکی دُنیا کو مستقبل میں ضرورت ہوگی اُس میں بڑے علاقوں کا تحفظ کچھ حد تک ضرور شامل ہونا چاہیے۔ اسلئے تحفظ کی قیمت میں اور یقین ترقی کے موقعوں میں براہ راست اضافہ ہوگا۔ لیکن طویل مدت میں ترقی کے موقعوں میں اضافہ ہوگا۔ لہذا بین الاقوامی ترقیاتی اداروں کو نسلوں کی تحفظ کے مسائل پر منظم توجہ دینی چاہیے۔

57۔ حکومتوں کو ممکنہ ”نسلی معاہدوں“ جو دوسرے بین الاقوامی معاہدوں کے عالمگیر وسائل کے اصولوں کی عکاسی کرتی ہو، کی تحقیقات کرنی چاہیے۔ حکومتوں کو ایسی معاہدوں کے نفاذ کی حمایت کرنے کیلئے بین الاقوامی مالیاتی انتظامات پر غور کرنا چاہیے۔“

22۔ سائنسی تحقیق سے بھی یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ فطرت میں کسی بھی چیز کو بغیر حکمت، قدر اور مقصد کے پیدا نہیں کیا گیا ہے۔ ہمارے خالق فرماتے ہیں ”اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے محض کھیل پیدا نہیں کیا۔ ہم نے انہیں نہیں پیدا کیا مگر سچائی کیساتھ، لیکن ان میں سے اکثر (انسان) نہیں جانتے“۔ (سورۃ الدخان 44 کی

آخر میں یہ معقول ہوگا کہ ہمارے صوفی شاعر شاہ عبدالطیف کی اقوال (اردو ترجمے میں) پیش کیے جائیں:

”پرندے غول کی صورت میں اڑتے ہیں
وفاداری کو نہیں ٹھکراتے
غور کرو۔ پرندوں کے درمیان زیادہ رفاقت ہے
ہماری نسبت، جو کہ ہم اپنے آپ کو انسانیت کہتے ہیں۔“
(سُردھور رسالو)

23۔ مندرجہ بالا وجوہات کی بناء پر دیوانی درخواست نمبر 145/2015، جو کہ صوبہ سندھ نے دائر کی، خارج کی جاتی ہے۔ اور آئینی درخواست نمبر 38/2015، جو کہ شہری وکیل جناب عامر معروف اختر نے دائر کی، کو مندرجہ ذیل وجوہات پر قبول کرتے ہیں:

(الف) مندرجہ بالا نوٹیفیکیشن (Notification) کو سندھ تحفظ جنگلی حیات آرڈیننس سے متصادم قرار دیتے ہوئے منسوخ کیا جاتا ہے۔

(ب) نہ وفاق اور نہ ہی صوبے تلور کو شکار کرنے کا لائسنس / پرمٹ (license/permit) جاری کر سکتی ہے۔

(ت) وفاقی حکومت کو ہدایت دی جاتی ہے کہ وہ

Convention on International Trade in Endangered Species of Wild Flora

(CITES) اور Convention on Migratory Species of Wild Animals (CMS) معاہدوں

کے تحت، جنگلو پاکستانی قوانین سراسر ہتے ہیں، اپنی ذمہ داریاں پوری کریں اور صوبوں کو اس ضمن میں آئین کے آرٹیکل 149(1) کے مطابق متعلقہ احکامات جاری کریں۔

(ث) تمام صوبے اپنے متعلقہ جنگلی حیات کے قوانین میں ترمیم کریں تاکہ یہ CITES اور CMS کے معاہدوں کے مطابق ہو اور ایسے کسی بھی جانور کے شکار کی اجازت نہ دے جن کی نسل کو خطرات لاحق ہو یا جن کو تحفظاتی درجہ میں رکھا گیا ہو۔

دیوانی درخواست نمبر 253/2015 عدالتِ عالیہ بلوچستان کے ایک فیصلہ بتاریخ 27 نومبر 2014 جو کہ آئینی درخواست نمبر 17/2011 میں آیا اس کو چیلنج کیا گیا ہے تاہم درخواست گزار اس مقدمہ میں عدالتِ عالیہ کے سامنے فریق کے طور پر نہیں تھا اور نہ ہی کوئی ضروری یا مناسب فریق تصور کیا گیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ذاتی طور پر مندرجہ بالا فیصلہ سے متاثر ہوا ہے اس لئے دیوانی درخواست نمبر 253/2015 خارج کی جاتی ہے۔

دیوانی درخواست نمبر 1435/2015 کے تحت عدالت عالیہ بلوچستان کے فیصلہ بتاریخ 27 نومبر 2014 کی تصدیق شدہ نقل دائر کرنے سے استثنیٰ مانگی گئی ہے، تاہم چونکہ دیوانی درخواست برخلاف مندرجہ بالا فیصلہ پہلے ہی خارج ہو چکی ہے یہ درخواست غیر مؤثر ہوگئی اور خارج کی جاتی ہے۔
مندرجہ بالا ہمارے مختصر فیصلہ بتاریخ 19 اگست، 2015 کے تفصیلی وجوہات ہیں۔

چیف جسٹس۔

جج۔

جج۔

اسلام آباد

بتاریخ 19 اگست، 2015

ذوالفقار۔

اشاعت کیلئے منظور